UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 51-68

شوریٰ اور پاکستانی پارلیمنٹ کے ارکان کے اوصاف کا تقابلی مطالعہ

A Comparative Study of the Characteristics of Shūrā and members of the Pakistani Parliament

Mukhtiar Ahmad
Phd Scholar, Department of Islamic Studies,
HITEC University Taxila, Pakistan
Email: qarimukhtiar126@gmail.com

Dr Manzoor Ahmad Al Azhari
Associate Professor of Islamic Law,
HITEC University Taxila, Pakistan,
Email: maalzahari1@gmail.com
DOI: 10.33195/journal.v4i01.249

Abstract:
This paper intends to compare the characteristics of members of Pakistani Parliament with the principles of consultation (Shūrā). The political system is based upon the good performance which has central linked with mutual consultation. It is important to know the modes of accomplishment, exercised in this regard. This analytical approach asserts to know that is there any commonality, harmony or discord and conflict between the fundamental principles and ways of action of Islamic concept of consultation and ideologies of Pakistani Parliament. This study finds that there are some differences as well as concordance amid the doctrines of both . To enhance our current prevailing system we have to adopt the universal principle of Islamic Shūrā. This may bring a positive change based upon reality. It may uplift the political system leaving impacts upon various other walks of life. Hence, it is required to exercise political system in accordance with Islamic code of consultation (Shūrā) along with other routine matter of daily life.

Keywords: *Shūrā, Pakistani Parliament, Characteristics, Comparison, Betterment*

تعارف:

دنیا میں کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی اور آزادی و خود مختاری کے لیے ایک مضبوط اور منظم نظام حکومت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ نظام ایک شوریٰ (پارلیمنٹ) اور سربراہ کی زیر قیادت ہوتا ہے۔ کسی ملک میں شوریٰ یا اسکی جدید شکل پارلیمنٹ ریڑھ کی حیثیت رکھتی ہے۔ شوری (پارلیمنٹ) کسی قوم یا ملک کے معاشی معاشرتی اور فلاحی حقوق

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 51-68

کی نگہبان ہوتے ہیں۔ عالمی سطح پر قوم کی نمائندگی اور ملت کے حقوق کا دفاع شوریٰ اور سربراہ مملکت کے ذمے ہوتا ہے۔ شوریٰ (پارلیمنٹ) کے اراکین کے مشورہ سے ہی ملکی معاملات و مسائل حل کیے جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے یہ واضح ہے کہ ملکی معاملات اہل حل و عقد کے مشورے سے ہی طے کیے جانے چاہیے اسی طرح جدید پارلیمانی نظام بھی اس بات کا قائل ہے کہ پارلیمنٹ میں دانشور اور اہل علم لوگ ہونے چاہیے جو ملکی مسائل کا حل پیش کر سکیں اور قانون سازی کر سکیں۔ ان ارکان پارلیمنٹ کے کیا اوصاف ہونے چاہیے یہ اس مقالہ کا موضوع ہے

اس مقالہ میں دیکھا جائے گا آیا شوریٰ اور پاکستانی پارلیمنٹ کے اراکین کے اوصاف مشترک ہیں یا مختلف نیز کیا موجودہ پارلیمانی اپنی مطلوبہ صفات پر پورا اترتے بھی ہیں یا نہیں۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

شورائیت اور اسلام کے سیاسی نظام کے موضوع پر علماء نے اپنے اپنے زمانے میں بہت کچھ لکھا۔ پاکستان میں بھی اس موضوع پر بہت سی تحقیقی کتب، مقالاجات اور تحقیقی پیپرز لکھے گئے، لیکن زیر بحث موضوع سیر حاصل گفتگو کے لیے تشنہ طلب تھا۔ شورائیت کے موضوع پر خاصہ مواد موجود ہے جس سب کا یہاں احاطہ ممکن نہیں چند چیدہ چیدہ تحقیقات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور ابوالحسن علی بن محمد المصری نے (الاحکام السلطانیہ) کے نام سے کتاب لکھی اسی طرح دکتور توفیق الشاوی نے اپنی کتاب (الشوریٰ والاستشارہ) میں شوریٰ کے حوالے سے کافی سیر حاصل بحث کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے سید شمس الدین نے (پارلیمنٹ کا اجتہادی کردار) کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔ اس مقالہ میں پارلیمانی نظام کے خدوخال، اجتماعی اجتہاد اور قانون سازی کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

ڈاکٹر مقبول حسن نے بھی (اسلامی قانون سازی میں شوریٰ کا مقام اور دائرہ کار) پر تحقیقی پیپر لکھا اس میں انہوں نے شوریٰ کا مفہوم، اقسام، طریقہ انتخاب اور قانون سازی پر مختصراً گفتگو کی۔

شوریٰ کا لغوی مفہوم:

لفظ شوریٰ کا مادہ اصلیہ (ش۔و۔ر) ہے اہل لغت نے اس کو باب افعال میں اشار علیہ سے مشتق اسم قرار دیا ہے اور بعض کے نزدیک یہ لفظ باب تفاعل یعنی تشاور سے مشتق ہے۔ اہل علم کے نزدیک پہلی رائے راجح و معروف ہے۔

علامہ محمد مرتضیٰ الزبیدی اس لفظ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اہل عرب ''شار العسل'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں جس کا معنی (اس نے شہد کو چھتے سے نکالا) ہے۔ اسکا مضارع ''یشور'' آتا ہے اس کا مصدر فتحہ کے ساتھ یا تو ''شورا'' ہے یا پھر کسرہ کے ساتھ ''مشارا اور ''شیارۃ'' ہے۔ اسی طرح اسکا مصدر فتحہ کے ساتھ ''مشارا'' اور ''مشارۃ'' بھی آتا ہے۔ باب افعال سے (اشار علیہ بکذا) کا معنی ہے اس نے اسے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 51-68

فلاں چیز کا حکم دیا اور اسی سے لفظ شوریٰ مشتق ہے جو کہ ضمہ کے ساتھ۔المشورۃ شین کے ضمہ کے ساتھ مفعلۃ کا وزن ہے نہ کہ مفعولۃ کا۔۔فراء کا کہنا ہے کہ المشورۃ کے اصل مشورہ ہے بعد میں اسکی تخفیف کی غرض سے مشورہ معروف ہو گیا۔لیث نے کہا مشورۃ مفعلۃ کے وزن پر اشارۃ یعنی باب افعال کے مصدر سے مشتق ہے اس کو مشورۃ بھی کہا جاتا ہے استشار کا معنی ہے کسی سے مشورہ طلب کرنا۔(1)

علامہ ابو نصر جوہری نے لکھا ہے۔

والمشورۃ: الشوریٰ و کذلک المشورۃ بضم الیشن :تقو ل منه: شاورته فی الامر واستشرته بمعنی(2)

اور مشورہ شوریٰ کے معنی میں ہی ہے اسی طرح مشورۃ شین کے ضمہ کے ساتھ بھی آتا ہے عرب کہتے ہیں شاورتہ فی الامر واستشرتہ بمعنی یعنی باب مفاعلہ اور باب استفعال سے ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

امام خلیل بن احمد الفراہیدی لکھتے ہیں۔

والمشورة مفعلة اشتق من الاشارة اشرت علیهم بکذا ویقال مشورة (3)

مشورۃ کا وزن مفعلۃ ہے یہ باب افعال سے مشتق ہے جسے اہل عرب کہتے ہیں اشرت علیھم بکذا اور اس کو مشورۃ بھی کہتے ہیں

قاضی شوکانی کے نزدیک شوریٰ شاورت (باب مفاعلت) کا مصدر ہے جیسے بشریٰ، ذکریٰ(4)

شوریٰ کا اصطلاحی معنی و مفہوم:

شوریٰ کے اصطلاحی معنی کو علما نے ایسے معانی کے ساتھ بیان کیا ہے جو اس کے لغوی معنی کے قریب ہیں۔

امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں لکھا

"ھی استخراج الرای بمراجعة البعض الی البعض"(5)

(شوریٰ سے مراد ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تبادلہ خیال کے بعد لوگوں کو رائے معلوم کی جائے)

امام ابو بکر ابن العربی شوریٰ کا معنی لکھتے ہیں۔

الشوریٰ بقوله :ھی الا جتماع علی الامر ،لیستشیر کل واحد من ھم صاحبه و یستخرج ماعنده --(6)

کسی بھی مسئلے کے بارے میں ایسا اجتماع جہاں پر ہر شخص اپنی رائے کا اظہار کرے اور دوسرے شخص سے مشورہ کرے۔

شیخ عبد الرحمان عبد الخلق لکھتے ہیں:

بان شوریٰ فی حقیقتھا استطاع الراءی من اھل الغبرة للوموصول الی اقرب الامور للحق(7)

حقیقتِ شوریٰ یہ ہے کہ کسی مسئلے میں حق بات کے قریب پہنچنے کے لیے اہل فن سے کسی رائے کے بارے میں تحقیق کروانا ہے۔

ڈاکٹر احمد علی الامام لکھتے ہیں۔

"شوریٰ کی جامع ترین تعریف جو اس کے مختلف فقہی معانی اور اقسام کو بھی شامل ہے وہ یہ ہے کہ شوریٰ سے مراد امام یا قاضی یا کسی مکلف کا کسی ایسے معاملے میں جس کا حکم قرآن سنت یا اجماع کے ثبوت سے متعلق کسی نص قرآنی سے واضح نہ ہو اسکا حکم معلوم کرنے کے لیے علماء کرام کی طرف رجوع کرنا جو اس حکم کو اس کے اجتہادی دلائل سے جاننے کی صلاحیت رکھتے ہوں"(8)

مذکورہ بالا تعریفات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے شوریٰ کا لغوی مفہوم مشورہ اور رائے ہے اور اصطلاح میں شوریٰ سے مراد اہلِ علم اور اہلِ فن لوگوں کا ایسا گروہ ہوگا جس کی طرف پیش آمدہ مسائل میں رجوع کیا جائے گا اور گروہ کے ہر فرد کو آزادی ہوگئی کہ وہ اس مسئلہ میں اپنی رائے کا کھل کر اظہار کرے، اب یہ شوریٰ سرکاری طور پر بھی ہوسکتی ہے اور پرائیویٹ بھی۔

شوریٰ آغاز وارتقاء:

اگرچہ اسلام نے شوری کے نظام کو متعارف کرایا لیکن شوریٰ کی ایک سادہ سی شکل اسلام سے پہلے مکہ کی سرزمین پر اہل قریش میں موجود تھی اس کی واضح مثال قصیٰ کی ریاست کا وجود تھا۔ اس کا اقتدار تمام قبائل قریش پر تھا قریش کے نمائندے اپنے معاملات کو اس کی سرپرستی میں شورائیت اور مشورہ سے طے کرتے تھے یعنی قصیٰ کے دور میں ایک سادہ پارلیمانی نظام موجود تھا۔ ابن ہشام قصیٰ کے حالات زندگی میں لکھتے ہوئے کہتا ہے:

قصی، کعب بن لوی کی اولاد میں پہلا شخص تھا جسے مکہ میں سلطنت حاصل ہوئی اور قریش اس کی اطاعت کرتے۔ بیت اللہ کی نگرانی کرنا، حاجیوں کو پانی پلانا، حج کے زمانے میں زائرین کی مہمان نوازی کرنا، اکابر قریش کی مجلس کی صدارت کرنا، جنگی قیادت جیسے پانچ کلیدی منصب اس کے پاس تھے۔ قریش کے کسی مرد و عورت کے نکاح کا مسئلہ ہو یا کسی اہم معاملہ میں مشورہ ہو یا کسی قبیلے سے جنگ کا فیصلہ ہو اس کے گھر پر معاملہ طے پاتا۔(9)

اس تصریح سے معلوم ہوا ایک سادہ نظام حکومت جس کا خمیر شورائیت تھی قریش میں لاگو تھا اسلام نے اسی نظام سے فائدہ اٹھایا اور اسے منظم و مربوط کیا اور ایسے نظام مملکت کا تصور دیا جس کی بنیاد شورائیت پر رکھی گئی۔

دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ لوگوں کے اذہان قریش کے شورائی نظام سے مانوس تھے اس لئے قرآن وسنت میں شوریٰ کی زیادہ تفصیلات نہیں دی گئی بلکہ جہاں پر فکر وعمل میں کوئی خامی محسوس ہوئی اصلاح کر دی گئی اور جزئی اور وقتی ہدایت کی ضروری محسوس نہیں کی گئ۔ قرآنی حکم (وشاورھم فی الامر) کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شورائیت کی بنیاد رکھی، اور شوریٰ کے نظام کو مربوط مضبوط کیا۔

قرآن میں ارشاد باری تعالی ہے

"وشَاورھم فِی الامرِ فاِذا عَزمتَ فَتوکل عَلی اللہ اِنّ اللہ یُحِبُّ المتوکلین"(10)

اوران سے معاملات میں مشورہ کرتے رہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مشورۃ کرنے کے بعد) کسی کام کا عزم کرلیں تو خدا پر توکل فرمایئے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام جصاص فرماتے ہیں:

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم ان دینی امور کے بارے میں دیا گیا جن کے متعلق واضح ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے موجود نہ تھی اوان دنیوی اور انتظامی امور میں بھی مشورہ کا حکم دیا گیا جن کی بنیاد رائے اور ظن غالب پر تھی"(11)

امام جصاص کی تشریح سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہر غیر منصوص اور اہم معاملہ میں صحابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرماتے تھے۔ خواہ وہ امور دینی احکام کے متعلق ہوں یا دنیوی یا انتظامی معاملات ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔

مارایت رجلا اکثر استشارہ للرجال من رسول اللہ ﷺ(12)

(میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشورہ کرنے والو ہو)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے اصحاب ایسے تھے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقل طور پر مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ اپنے اس طرز عمل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سنت جاری فرمائی۔

حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 51-68

عن سعید بن المیسب قال: کان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ من النبی مکان الوزیر مکان یشاورہ فی جمیع الامور(13)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشیر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریبا تمام معاملات میں ان سے مشورہ کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت امور مسلمین پر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرماتے تو اس وقت میں بھی گفتگو میں شریک رہتا۔(14)

پارلیمنٹ:

پارلیمنٹ مجلس شوریٰ کی جدید شکل ہے۔ لفظ پارلیمنٹ انگریزی زبان کا لفظ ہے جو فرانسیسی لفظ(Parlemen)سے ماخوذ شدہ ہے۔اس کے معنی بولنا۔ بات چیت یا گفتگو کرنا ہے۔ لہذا پارلیمنٹ سے مراد بحث ومباحثہ کرنا ہے۔ موجودہ زمانہ میں لفظ پارلیمنٹ کا استعمال عموما کسی خطہ ارضی میں قائم ایسی مجلس کے لیے ہوتا ہے جو عوام کے منتخب کردہ نمائندوں پر مشتمل ہو اور ریاست یا ملک کے مسائل اس میں زیر بحث لائے جاتے ہوں بعض ممالک میں پارلیمنٹ کو نیشنل اسمبلی بھی کہا جاتا ہے۔دائرہ المعارف میں پارلیمنٹ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

پارلیمنٹ سے مراد مقننہ یعنی مجلس قانون ساز ہے۔ جبکہ جدید معانی میں پارلیمنٹ سے مراد افراد کی ایک ایسی مجلس ہے جو کسی ریاست کے مسائل پر بحث کرنے کے لیے اکھٹی ہو۔(15)

اس تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ پارلیمنٹ ایک ایسا ایوان ہوتا ہے جہاں پر قانون سازی ہوتی ہے پارلیمنٹ میں ملکی مسائل پر بحث ہوتی ہے اور مسائل کے حل کے لیے عملی اقدامات اٹھائے جاتے ہیں اور قوانین بنائے جاتے ہیں۔ پارلیمنٹ کا وجود ان ممالک میں پایا جاتا ہے جو جمہوری ممالک کہلاتے ہیں اور اسکی دو اقسام ہیں ایک کو یک ایوانیت اور دوسرے کو دو ایوانیت کہا جاتا ہے۔ یک ایوانیت وہ ہوتا ہے جہاں صرف ایک ایوان ہوتا ہے اور سارے امور ایک ہی ایوان سرانجام دیتا ہے اور دو ایوانیت پارلیمنٹ وہ ہوتا ہے جس کے دو ایوان ہوتے ہیں ایک کو ایوان بالا اور دوسرے کو ایوان زیریں کہا جاتا ہے۔

پاکستان کا پارلیمانی نظام تاریخی ارتقاء:

برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کی یہ خواہش تھی کہ ان کا اپنا خود مختار اور علیحدہ وطن ہو جہاں وہ اسلامی جمہوریت کے اصولوں کے مطابق پارلیمانی نظام قائم کر سکیں۔ اور اس ملک میں حکومتی اختیارات کا استعمال عوام کے منتخب نمائندے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر کرنے کے پابند ہوں گے۔ اسی جدوجہد کے نتیجے میں پاکستان وجود میں آیا۔ قائداعظم محمد علی جناح نے 14 فروری 1948 کو شاہی دربار سبی میں خطاب کرتے ہوئے اسی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا:

"ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں درست معنوں میں اسلامی تصورات اور اصولوں پر رکھیں"

قیام پاکستان کے بعد جہاں دیگر اور بہت مسائل تھے وہیں پر ایک اہم مسئلہ نئے ملک کا آئین بنانا تھا۔ آئین یا دستور ان قوانین کا مجموعہ ہوتا ہے جس کے تحت ریاست کا نظم و نسق اور حکومت کو چلایا جا سکے۔ آئین یا دستور کے بغیر کسی بھی ریاست کا انتظام تادیر نہیں چلایا جا سکتا۔ چنانچہ قیام پاکستان کے بعد برطانوی حکومت ہند کے قانون 1935 اور 1947 کو بعض ترامیم و تبدیلی کے ساتھ ملک کے عبوری آئین کے طور پر اپنایا گیا اور نئے آئین بنانے کا کام دستور ساز اسمبلی کے ذمے لگایا گیا۔ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کا اجلاس 11 اگست 1947ء کو جوگندر ناتھ منڈل کی زیر صدارت کراچی میں منعقد ہوا۔ یہ اسمبلی ان ممبران پر مشتمل تھی جو 1946 کے انتخابات میں منتخب ہوئے تھے۔ اسی اسمبلی نے قائداعظم کو صدر منتخب کیا تھا۔ قانون آزادی ہند 1947 کے مطابق دستور ساز اسمبلی کے ذمے دو کام تھے۔

1۔ ملک کے لیے آئین تشکیل دینا

2۔ وفاقی مقننہ کی حیثیت سے قانون سازی کرنا

ارکان شوریٰ کے اوصاف:۔

اسلامی ریاست میں سربراہ یا خلیفہ کا انتخاب اور تقرر اہل شوریٰ کے مشورہ سے ہوتا ہے قرآن و سنت سے واضح ہے کہ حکومت کے معاملات اہل حل و عقد کے مشورے سے طے ہونے چاہیے۔ یہ اہل حل و عقد یعنی اراکین شوریٰ کی مجلس ہر کس و ناکس پر مشتمل نہیں ہوتی اس کے لیے یقینا کچھ اوصاف و خصوصیات کا ہونا ضروری ہے ان میں سے کچھ اوصاف تو بدیہی نوعیت کے ہیں مثلا حکومت اور ریاست کے معاملات کا علم اور بصیرت ہونی چاہیے۔ عاقل بالغ، حالات و واقعات سے باخبر ہو وہ امت مسلمہ کا معتمد ہو اس کے علاوہ کچھ دوسرے اوصاف کے لیے

شریعت نے کوئی لگی بندھی شرائط نہیں لگائیں بلکہ انہی حالات کے مطابق اور اس دور کے اہل بصیرت پر چھوڑا ہے یہاں پر ارکان شوریٰ کے چند اوصاف کو ذکر کیا جاتا ہے۔

1) عاقل و بالغ ہونا:۔

ایک نابالغ اپنی ذاتی اور جسمانی کمزوری کی وجہ سے معاملات کو سمجھنے اور حل کرنے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اور فطری طور پر بھی وہ اس کا اہل نہیں ہو سکتا کیونکہ بے عقل اور نابالغ کو اپنے اوپر بھی ولایت نامہ حاصل نہیں تو وہ دوسروں کا ولی کیسے بن سکتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

ولا تو توا السفھا اموالکھم التی جعل اللہ لکم فیما وارز قوھم فیھا واکسوھم و قولو لھم قولا معروفا(16)

(اور ناسمجھ (یتیموں) کو اپنے وہ مال حوالے نہ کرو جن کو اللہ نے تمھارے لیے زندگی کا سرمایہ بنایا ہے ہاں ان کو ان میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے مناسب انداز میں بات کرلو)

اس آیت کریمہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ناسمجھ نابالغ اور بے عقل بچے اس کا مال اپنا خرچ کرنے کی اجازت نہیں تو اس کو حکومت کے معاملات حل کرنے کے لئے کیسے چنا جا سکتا ہے۔

2) امین ہونا:

اراکین شوریٰ کے لئے امانت بہت ضروری ہے کیونکہ ان کا کام حکمران کو مشورہ دینا ہوتا ہے اور ان سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے مشورہ طلب کرنے کے بارے میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: جس سے مشورہ طلب کیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے۔(17)

اگر وہ امین نہیں ہو گا تو مشورہ کی پاسداری نہیں کرے گا اور حکومت کے معاملات اور راز فاش کر دے گا جس سے دشمنوں کا فائدہ پہنچے گا اور ریاست و حکومت تباہ ہو جائے گی اس لیے رکن شوریٰ کا امین ہونا نہایت ضروری ہے۔

3) اہل علم ہونا:

اسلام میں علم کو اہمیت حاصل ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے اراکین شوریٰ علم سے نابلند ہو اسلامی ریاست کا دستور اساس ہی کتاب وسنت ہے تو جو شخص وسنت سے نابلند ہو وہ جاہل کیسے رکن شوریٰ ہو سکتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب مصر کی وزارت کا مطالبہ کیا تو آپ نے اس موقع پر اپنی دو صفات کا بطور خاص ذکر فرمایا

قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیھم (18)

(مجھ کو ملک کے خزانوں پر نگران مقرر کر دو بے شک میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں)

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 51-68

اسی طرح قرآن حکیم میں حضرت طالوت حکمرانی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے دو اہم وجوہات کا ذکر فرمایا:

قَال اِن الله اصطفٰه عليكم وزاده بسطة فِى الِعلم والجِسم (19)

(اللہ تعالیٰ نے اسی کو تم پر برگزیدہ کیا ہے اور اسے علمی اور جسمانی برتری بھی عطا فرمائی)

اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَشَدَدنا مُلكه واتيناه الحكمة وفصل الخِطَاب(20)

(اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کر دی تھی اس کو حکومت عطا کی تھی اور فیصلہ کن بات کہنے کی صلاحیت بخشی تھی)

ان آیات کریمہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے امیر، خلیفہ یا شوریٰ کے رکن کے لیے ضروری ہے کہ وہ صاحب علم و حکمت ہو، اور حکومتی امور ان اشخاص کے ذمے لگائے جائیں جو ان کی اہلیت رکھتے ہوں اور انکے متعلق جانتے بھی ہوں جیسا حضرت یوسف مالیاتی امور کو جانتے تھے تو انہوں نے اس عہدے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ عہد نبوی و خلفائے راشدین سے ثابت ہے کہ وہ اہل علم سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس کے ارکان علما ہی ہوا کرتے تھے۔ تفسیر قرطبیؒ میں امام قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"دینی اور قانونی امور میں عالم سے مشورہ لینا چاہیے۔"(21)

اس کے علاوہ رکن شوریٰ کا اہل علم ہونا اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ کسی بھی شخص کو شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے خلافت کے لیے منتخب کیا جاسکے اور یہ کام جاہل نہیں کر سکتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ارکان شوریٰ کے لیے کتنا علم ضروری ہے تو اس کی کوئی قید و تعین نہیں ہے کہ کتنا علم ہونا چاہیے بعض کے نزدیک اتنا علم ضروری ہے جس سے امور سلطنت کو چلانے اور نئے حالات و واقعات کے لیے مفید مشورہ دے سکے اور شرائط کے مطابق سربراہ مملکت کا انتخاب کر سکے۔ بعض نے کہا کم از کم اتنا علم اراکین شوریٰ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن و سنت پر مکمل عبور رکھتے ہوں، جن مسائل کا براہ راست جواب قرآن و سنت میں موجود نہیں ہوتا تو قرآن و سنت سے استنباط و اجتہاد کے ذریعے ہی مسائل کا حل معلوم کیا جاسکتا ہے اس لیے علامہ ماوردی نے اہل حکومت کے لیے جن سات شرائط کو بیان کر اس میں دوسرے نمبر پر علم کی شرط کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

العلم المئودى الى الاجتهاد فى النوازل والاحكام (22)

(ایسا علم شرط ہے جس کی وجہ سے وہ مختلف حوادث اور احکام میں اجتہاد کرنے پر قدرت رکھتا ہو)

4) **معاملہ فہم ہونا:**

رکن شوریٰ کے لیے ضروری ہے کہ وہ معاملہ فہم بھی ہوتا کہ ملک میں مختلف حالات و واقعات پیش آنے پر ان کا بروقت حکمران کو اچھا مشورہ دے سکے اور ملکی مسائل کو بہتر انداز میں حل کر سکے معاملہ فہمی ایسی صفت ہے جس کی بدولت قابل اور اہل انسان کو خلافت و حکومت کے لیے منتخب کیا جا سکتا ہے۔

5) غیر مسلم کی شوریٰ میں شمولیت:

غیر مسلم شوری میں شامل ہو سکتا ہے یا نہیں اس بارے میں اہل حضرات کے درمیان اختلاف ہے، بعض اہل علم کے نزدیک شوریٰ میں غیر مسلم کو شامل کرنا جائز نہیں ہے یہ لوگ اس آیت قرآنی سے دلیل لیتے ہیں

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم لا یا لونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضا ء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الایت ان کنتم تعقلون (23)

(اے مومنو اپنے سے باہر کے کسی شخص کو رازدار مت بناؤ۔ یہ لوگ تمہاری بدخواہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ تم لوگ تکلیف اٹھاؤ۔ بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو دشمنی ان کے دل چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے زیادہ ہے ہم نے تمہارے لیے واضح کر دیا اگر تم عقل رکھتے ہو۔)

اس آیت سے بعض لوگ استدلال کرتے ہیں کیونکہ اس آیت میں غیر مسلم کو رازدار بنانے کی ممانعت ہے جب کہ ان کا استدلال کمزور ہے کیونکہ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا یہ آیت ان کفار کے لیے ہیں جو مسلمانوں سے دشمنی پر اتر آئیں چنانچہ علامہ آلوسی ایک روایت نقل کرتے ہیں (ابن عباس سے روایت ہے زمانہ جاہلیت میں کچھ مسلمان مردوں کی یہودی مردوں سے دوستی تھی اور پڑوسی تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو راز ظاہر ہونے کی وجہ سے رازدار بنانے سے منع فرمایا)(24)

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے وہ غیر مسلم جو مسلم دشمنی پر اتر آئیں ان کو شوری کا رکن اور رازدار بنانا جائز نہیں ہے۔

البتہ وہ غیر مسلم جو ریاست کے پر امن شہری ہوں اور ان سے دشمنی کا کوئی خوف نہ ہو تو ان کو شوریٰ میں شامل کرنے کو فقہاء نے جائز لکھا ہے۔ چنانچہ علامہ سرخسی نے المبسوط میں حضرت عمر کی مجلس شوریٰ کا واقعہ لکھا جس میں ایک نصرانی بھی حاضر ہے اور حضرت عمر ان سب سے شراب کو سرکہ بنانے کے بارے میں مشورہ لیتے ہیں۔ واقع لکھنے کے بعد علامہ سرخسی لکھتے ہیں

" وفیه دلیل انه لا باس یا حضار بعض اهل الکتاب مجلس الشوریٰ فان النصرانی الذی قال ما قاله قد کان حضر مجلس عمر رضی الله عنه للشوری ، ولم ینکر علیه " (25)

اس واقعہ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ بعض اہل کتاب کو مجلس شوری میں حاضر کیا جا سکتا ہے، کیونکہ اس نصرانی نے حضرت عمر سے جو کچھ کہا اور وہ مجلسِ حضرت عمر میں موجود تھا اس بات پر کوئی نکیر نہیں کی گئی۔ڈاکٹر رمضان سعید البوطی کے نزدیک مختلف سطح کی شوریٰ کے لیے اراکین کی صفات بھی مختلف ہوں گی۔ڈاکٹر صاحب شوری بنیادی طور دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

نمبر1 شرعی احکام کے استنباط کے لئے

نمبر2 حکمران کے انتخاب کے لیے

چنانچہ ڈاکٹر رمضان سعید البوطی لکھتے ہیں کہ "ہم نے اس بحث کے ابتدا میں یہ بتایا تھا کہ شریعت کی نظر میں شوریٰ کی دو قسم کی ذمہ داریاں ہیں پہلی قسم تو یہ ہے کہ مختلف واقعات اور جزوی احکام کا شرعی حکم معلوم کرنا اور دوسری قسم کا تعلق مسلمانوں کے لیے ایک نیک حکمران کو منتخب کرنے سے ہے"(26)

ڈاکٹر رمضان سعید کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے اسلامی نکتہ نظر سے شوری کے مقاصد میں پیش آمدہ مختلف مسائل کا شرعی حکم معلوم کرنا اور امت مسلمہ کے لیے نیک اور قابل حکمران کا انتخاب کرنا ہے۔

(6) عملی حیثیت:۔

ارکان شوری کے لیے علوم میں مہارت کے ساتھ عملی حیثیت سے بھی متقی ہونا ضروری ہے جتنا تقوی زیادہ وہ گا وہ معاشرہ میں اتنا ہی عزت والا ہو گا چنانچہ لکھتے ہیں۔

"عملی حیثیت سے اونچے اخلاق و کردار کے حامل ہوں، مامورات پر عمل کرنے اور سے بچتے ہوں اس کے لئے تقویٰ کا کوئی خاص معیار متعین نہیں ہے بلکہ فسق و فجور اور بدعات سے پاک ہونا کافی ہے اس طرح غیر محتاط نہ ہوں"۔(27)

فقہا کی تعریحات کے مطابق وہ اعلانیہ فسق و سفجور کا ارتکاب نہ کرتے ہوں کیوں کہ انسان کی زندگی پر فسق فجور کا گہرا اثر پڑتا ہے۔ارشاد ربانی ہے "ان اکرمکم عند الله اتقاکم (28)

(بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا تقویٰ والا ہے)

اس لیے اہل شوریٰ کا متقی ہونا ضروری ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا

"شاورهم فيه الفقها والعابدين" (29)

(فقہا اور عابدین سے مشورہ کرو)

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 51-68

خلافت راشدہ کے دور کا مطالعہ کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرات خلفاء متقی لوگوں سے مشورہ لیتے تھے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے:

"واستشر فی امرک الذین یخشون اللہ" (30)

(اور تم اپنے دینی معاملات میں خدا کی خشیت رکھنے والوں سے مشورہ کرو)

(7) عورت کا رکن شوریٰ بنانا:

شورائی نظام میں کسی عورت کے رکن شوری بننے میں فقہا کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے بعض کے نزدیک عورت رکن شوریٰ بن سکتی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں بن سکتی فریقین احادیث سے دلائل دیتے ہیں۔

حسن ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ مجھ کو جنگ جمل کے زمانہ میں اس کلمہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نفع پہنچایا وہ یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ علم کو خبر ملی کے فارس کے لوگوں نے کسی کی بیٹی کو بادشاہ بنالیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ(31)

ترجمہ: وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جو عورت کو اپنا حاکم بنائے۔

اور ایک حدیث حدیث میں آتا ہے

امورکم الیٰ نسائکم فبطن الارض خیرلکم من ظھرھا (32)

(جب تمھارے معاملات تمھاری عورتوں کے حوالے ہو جائیں تو زمین کا پیٹ تمھارے لیے زمین کی پشت سے بہتر ہے)

بعض فقہاء کے نزدیک ان احادیث سے شرعاً واضح ہو جاتا ہے کہ عورت شرعاً رکن شوری نہیں بن سکتی لیکن بعض علماء کے نزدیک اس حدیث سے یہ مذمت اس وقت ثابت ہو گئی جب تمام معاملات عورتوں کے سپرد کر دیئے جائیں اور ان کی رائے حتمی فیصلہ قرار پائے اور مرد تمام معاملات میں عورتون کے تابع ہو جائیں جب کہ رکن شوری بننے میں ایسی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ یہ علماء اپنے موقف پر صلح حدیبیہ کے موقع پر مشہور واقعہ کی دلیل لاتے ہیں

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ نے بار بار صحابہ سے فرمایا کہ قربانی اور حلق کر کے احرام کھول دو لیکن کوئی بھی اس کو کرنے کے لیے کھڑا نہ ہوا نبی ﷺ نے حضرت ام سلمہ سے مشورہ کیا تو آپ نے کہا

(اے اللہ کے نبی کیا آپ ﷺ اس کو پسند کرتے ہیں کہ آپ ﷺ باہر جائیں اور کسی سے کچھ نہ کہیں اور اپنے جانور کی قربانی کریں اور حالق سے حلق کروائیں)(33)

نبی ﷺ نے ان کے مشورے پر عمل کیا تو صحابہ نے بھی ویسا ہی کیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے مسلمانوں کے اجتماعی معاملے کے اوپر ام سلمہ سے مشورہ کیا اور اراکین شوریٰ کا کام بھی مشورہ ہوتا ہے لہذا عورت کو رکن شوریٰ بنانا جائز ہے۔

ارکان پارلیمنٹ کے اوصاف:

کسی بھی ادارے کی رکنیت کا مسئلہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ کسی بھی ادارے کی نیک نامی یا بدنامیا اس کے ارکان کی وجہ سے ہوتی ہے پارلیمنٹ ایک مقتدر قومی ادارہ ہے اس کی اہلیت کے لئے رکنیت کے لیے جو شرائط 1973ء کے آئین میں رکھی گئی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

آئین کی دفعہ 41 میں تحریر ہے۔

"کوئی بھی شخص پارلیمنٹ کا رکن منتخب ہونے یا چنے جانے کا اہل نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ

الف) وہ پاکستانی شہریت رکھتا ہو۔

ب) وہ قومی اسمبلی کی صورت میں کم از کم 25 سال کا ہو اور کسی انتخابی فہرست میں ووٹر کی حیثیت سے

اول) وہ پاکستان کے کسی حصہ میں کسی عام نشست یا غیر مسلموں کے لئے مختص کسی نشست پر انتخاب کے لئے بطور ووٹر درج ہو۔

دوم) کسی صوبہ میں ایسے علاقہ میں جہاں خواتین کے لیے مخصوص نشست پر انتخاب کے لیے رکنیت چاہتا ہو بطور ووٹر درج ہو۔

ج) سینٹ کی صورت میں وہ کم از کم تیس سال سے کا ہو اور کسی صوبے میں کسی علاقے میں یا جیسی بھی صورت وفاقی دارالحکومت یا وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات میں جہاں سے اسے رکنیت مطلوب ہے بطور ووٹر درج ہے۔

د) وہ اچھے کردار کا مالک ہو اور عمومی طور پر احکام اسلام سے انحراف میں مشہور نہ ہو۔

ہ) وہ تعلیماتِ اسلام کا خاطر خواہ علم رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند ہونے کے ساتھ ساتھ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو۔

و) وہ سمجھ دار، پارسا، ایماندار و امین ہو اور فاسق نہ ہو۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 51-68

ن) کسی اخلاقی پستی میں ملوث نہ ہو یا جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں سزا یافتہ نہ ہو۔

ح) قیام پاکستان کے بعد اس نے ملکی سالمیت کے خلاف کام نہ کیا ہو یا وہ نظریہ پاکستان کا مخالف نہ ہو۔

مگر شرط یہ ہے کہ پیرا (د) اور (ہ) میں مصرحہ نااہلیتوں کا اطلاق ایسے شخص پر نہ ہوگا جو غیر مسلم ہو لیکن ایسا شخص اچھی شہرت رکھتا ہو۔

ط) وہ ایسی دیگر اہلیتوں کا حامل نہ ہو جو مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے ذریعہ مقرر کی گئی ہوں۔(34)

پارلیمنٹ کی رکنیت کے لئے نااہلیت:

آئین پاکستان کی دفعہ نمبر 63 میں قومی اسمبلی کی رکنیت سے نااہلی کے لئے درج ذیل دفعات شامل کی گئیں:

1) کوئی شخص پارلیمنٹ کے رکن کے طور پر منتخب ہونے یا رکن رہنے کے لیے نااہل ہوگا۔

الف) وہ فاتر العقل ہو اور کسی مجاز عدالت کی طرف سے اسے ایسا قرار دیا گیا ہو۔

ب) وہ غیر برات یافتہ دیوالیہ ہو۔

ج) وہ پاکستانی شہریت نہ رکھتا ہو اور کسی بیرون ملک کی شہریت حاصل کرلی ہو۔

د) وہ پاکستان کی ملازمت میں کسی منفعت (نفع) بخش عہدے پر ہو ماسوائے ایسے عہدے کے جسے قانون کے ذریعے ایسا عہدہ قرار دیا گیا ہو جس پر فائز شخص نااہل تصور نہیں ہوتا۔

ہ) اگر وہ کسی ایسی آئینی ہئیت یا ایسی ہئیت کی ملازمت میں ہو جو حکومت کی ملکیت میں ہو یا اس کے زیر نگرانی ہو جس میں حکومت تعدیلی حصہ یا مفاد رکھتی ہو میں ملازم رہ چکا ہو تاوقتیکہ اس کو دو سال مدت نہ گزر گئی ہو۔

د) شہریت پاکستان ایکٹ 1951 (نمبرات بابت 1951) کی دفعہ 14 کی وجہ سے پاکستان کا شہری ہوتے ہوئے اسے فی الوقت آزاد کشمیر کی قانون سازی اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کا نااہل قرار دیا گیا ہو۔

ر) وہ کسی ایسی رائے کی تشہیر کر رہا ہو یا کسی ایسے طریقے پر عمل کر رہا ہو جو نظریہ پاکستان یا پاکستان کے اقتدار اعلیٰ، سالمیت یا پاکستان کی عدلیہ کی دیانتداری یا آزادی کے لئے مضر ہو یا جو پاکستان کی مسلح افواج یا عدلیہ کو بدنام کرے یا اس کی تضحیک کا باعث ہو۔

ح) اسے کسی بھی اخلاقی پستی کے جرم میں ملوث ہونے پر کم از کم دو سال کی سزائے قید سنائی گئی ہو تاوقتیکہ اس کو رہا ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا ہو۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 51-68

ط) وہ پاکستانی کی ملازمت یا وفاقی حکومت، صوبائی حکومت یا کسی مقامی حکومت کی طرف سے قائم کردہ یا اس کے زیر اختیار و انتظام کسی دفتر یا

کارپوریشن کی ملازمت سے غلط روی یا اخلاقی پستی کی وجہ سے برطرف کر دیا گیا ہو تاوقتیکہ اس کی برطرفی کے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا ہو۔

ی) وہ پاکستان کی ملازمت یا وفاقی حکومت، صوبائی حکومت، یا کسی مقامی حکومت کی طرف سے قائم کردہ یا اس کے زیر اختیار و انتظام کسی

کارپوریشن یا دفتر کی ملازمت سے غلط روی کی بنا پر ہٹایا گیا ہو یا جبری طور پر فارغ الخدمت کر دیا گیا ہو تاوقتیکہ اس کو ہٹانے یا جبری طور پر فارغ الخدمتی کرنے کے تین سال کا عرصہ گزر گیا ہو۔

ک) وہ پاکستان کی کسی آئینی ہیئت یا کسی ہیئت کی جو حکومت کی ملکیت یا اس کے زیر نگرانی ہو یا جس حکومت تعدیلی حصہ یا مفاد رکھتی ہو، ملازمت میں رہ چکا ہو تاوقتیکہ اس کی مذکورہ مدت ملازمت ختم ہونے دو سال کی مدت گزر گئی ہو(35)

مندرجہ بالا وجوہات کی بنائ پر کوئی بھی شخص پاکستانی پارلیمنٹ کا رکن نہیں بن سکتا اگر وہ رکن پارلیمنٹ بن گیا اور بعد میں کوئی وجہ پائی گی تو وہ معزول ہو جائے گا۔

تقابلی جائزہ:

جب ارکان شوری اور ارکان پارلیمنٹ کے اوصاف کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو اس میں کچھ چیزیں مشترک ہیں کچھ مختلف ہیں۔

جس طرح شوری کی رکنیت کے لیے عاقل و بالغ ہونا ضروری ہے اسی طرح پارلیمنٹ کا رکن ہونے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ رکن مفقود العقل نہ ہو اور نہ کسی عدالت سے ذہنی مریض قرار دیا گیا ہو۔ بلوغ کے لیے عمر کی کوئی حد مقرر نہیں فقہاء کے نزدیک جب بلوغ کی نشانیاں پائی جائیں تو آدمی بالغ ہو جاتا ہے عموما یہ عمر 12 سال کی ہوتی ہے جب کہ پارلیمنٹ کا رکن ہونے کے لیے 25 سال کی عمر حد قرار دی گئی ہے۔

جس طرح شوری کے رکن ہونے کے لیے امین ہونا ضروری ہوتا ہے اسی طرح رکن پارلیمنٹ کے لیے بھی امین ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ مشورہ امانت ہوتا ہے اور اس کو قبل از وقت ظاہر کرنا بھی خطرہ کا باعث ہوتا ہے۔

امور سلطنت سمجھ بوجھ اور علمی قابلیت کی بنا پر حل ہوتے ہیں اس لیے شوری کے رکن ہونے کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے۔ آئین پاکستان میں علمیت کی پہلے کوئی شق موجود نہیں تھی اور ان پڑھ لوگ بھی ممبر اسمبلی بنتے

رہے۔ جنرل مشرف کے دور میں (بی اے) کی تعلیم کو ضروری قرار دیا گیا جس سے کچھ پڑھے لکھے لوگوں کو اسمبلی میں پہنچنے کا موقع ملا۔

جس طرح رکن شوریٰ ہونے کے لیے متقی پرہیزگار اور اعلیٰ اخلاق کا مالک ہونا ضروری ہے اسی طرح رکنِ پارلیمنٹ ہونے کے لیے بھی فسق وفجور اور اخلاقی پستی سے مبرا ہونا ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ کسی جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں سزا یافتہ بھی نہ ہو۔ آج کل پارلیمنٹ میں بہت کم ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو مطلوبہ صفات کے حامل ہو اکثر امیدوار ووٹ لیتے وقت جو اپنے مخالفین کے خلاف تقریر کرتے ہیں تو یہ ہی کہتے ہیں کیا وہ صادق و امین ہے کیا وہ آئین کی دفعہ 61، 62 پر پورا اترتے ہیں۔

غیر مسلم کا رکن شوریٰ میں اختلاف پایا جاتا ہے جب کہ پاکستانی پارلیمنٹ میں غیر مسلم رکن پارلیمنٹ بن سکتا ہے بلکہ اقلیتوں کے لیے مخصوص کوٹہ ہوتا ہے۔

اسلامی مملکت میں رکنِ شوریٰ ہونے کے لیے خاص اسی ملک کا رہائشی ہونا ضروری نہیں جب کہ پاکستانی پارلیمنٹ کی رکنیت کے لیے پاکستانی شہری ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص رکن پارلیمنٹ بن بھی جاتا ہے تو اور بعد میں اس کی دوسری شہریت کا پتا چل جائے تو یا تو وہ شہریت چھوڑے گا یا اس کی رکنیت منسوخ کی جائے گی۔

رکنِ شوریٰ کے لیے یہ کوئی قید نہیں کہ وہ رکن ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے سرکاری مناصب پر فائز نہیں ہو سکتا لیکن پارلیمنٹ کے رکن کے لیے ضروری ہے وہ کوئی سرکاری عہدہ نہ رکھتا ہو۔

حاصلِ کلام:۔

کسی بھی نظام حکومت کے لیے شوریٰ اور پارلیمنٹ بہت اہمیت کا درجہ رکھتی ہے۔ قومی قیادت اور عمال حکومت (شوریٰ اور پارلیمنٹ کے ارکان) کا فرض ہوتا ہے وہ ملکی مفادات، ملکی دولت کی نگہداشت کریں اور ملکی مسائل کو بہتر طریقہ پر حل کریں۔ اراکینِ شوریٰ بہتر طور پر تب ہی کارکردگی دکھا سکتے ہیں جب وہ مطلوبہ صفات پر پورا اترتے ہوں۔ اراکین کے لیے اچھی صفات کا حامل ہونا ضروری ہے۔ رکن کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے۔ وہ سمجھ دار، امانت دار اور دور اندیش ہو۔ متقی اور پرہیزگار ہو، اسلام کے بنیادی اصولوں کو جاننے والا اور ان کی حفاظت کرنے والا ہو۔ عیش و عشرت اور اسراف و تبذیر کی زندگی سے اجتناب کرنے والا ہو خود کو عوام کا خادم سمجھنے والا ہو۔ عوامی اور ملکی مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے والا ہو۔ اس کا مقصد صرف حکومتی ارکان میں شامل ہونا نہ ہو بلکے مملکت اور انسانیت کی فلاح ہو۔

حواشی و حوالہ جات

1الزبیدی، محب اللہ بن محمد مرتضیٰ،تاج العروس،دارالھدایۃ بیروت،ج12،ص252۔257
2الجوہری،اسماعیل بن حماد،ابونصر،تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ،دارالعلم بیروت۱۹۷۹،ج3،ص268
3 خلیل ابن احمد،فراہیدی(امام)کتاب العین، طبع داراحیاالتراث العربی بیروت،ج6،ص281
4ابن ہمام، کمال الدین محمد، فتح القدیر، مطبع مصطفی محمد مصر،ج4،ص526
5الاصفہانی،المفرادت،(مادہ شور)ص۲۷۳
6ابن العربی،احکام القرآن،ج۱،ص۲۹۷
7عبدالرحمان، عبدالخالق، شیخ،الشوریٰ فی ظل نظام الحکم السلامی، مطبوعہ دارلقلم کویت، ص47
8الشوریٰ فی السلام،، مطبوعہ المجمع الملکی لبحوث الحضارۃ الاسلامیہ عمان،ج2،ص487
9ابو محمد، عبدالملک، سیرت ابن ہشام،ادارہ اسلامیات لاہور مئی1994ء،ج1،ص88-89
10آل عمران:17
11ابو بکر جصاص،احکام القرآن، طبع مصر1378ھ ج2،ص49
12 پانی پتی، محمد ثناءاللہ، قاضی، تفسیر مظہری،ج2،ص161
13المستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ باب ابی بکر بن ابی قحافۃ(4408)ج۳،ص۶۶
14 ترمذی،ابواب الصلوۃ باب ماجاءفی الرخصۃ فی السر بعد العشاءحدیث169 ،دارالریاض1999ء سعودیہ
ur.m.wikipedia.org15
16النساء:5
17 مسند الامام احمد بن حنبل، مطبوعہ موسستہ الرسالہ اشاعت اول2001ء،ج37ص63
18یوسف:55
19بقرۃ:247
20ص:20
21قرطبیؒ، تفسیر قرطبیؒ،دارالکتب مصریہ قاہرۃ1964ء،ج4،ص250
22الماوردی،الاحکام السلطانیہ،دارالحدیث قاھرہ ج1،ص19
23آل عمران:118

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 1 |June –December 2020
PP: 51-68

24آلوسی، محمود بن عبد اللہ، روح المعانی، دار الکتب العلمیہ بیروت 1415ھ ج2، ص253

25سرخسی، محمد بن احمد، المبسوط،، دار المعرفۃ بیروت، ج24، ص7

26البوطی، رمضان سعید، ڈاکٹر، مجموعہ من علماء العرب، ص402، ج2

27امینی، محمد تقی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، قدیمی کتب خانہ کراچی، ص148

28القرآن 13:49

29الہیثمی، علی بن ابی بکر، نور الدین، مجمع الزوائد، ج1، ص178

30ابو یوسف، (امام) کتاب الخراج، ص13

31 صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر، ج6 ص2600، رقم الحدیث 6686

32ترمذی، ابو عیسیٰ، سنن الترمذی، ج4 ص99

33محمد بن اسماعیل، بخاری، صحیح بخاری، ناشر دار طوق النجاۃ، ج3، ص193

34آئین پاکستان مطبوعہ 2006ء ص105،106 دفعہ 61

35آئین پاکستان مطبوعہ 2006ء ص، 107-109 دفعہ 63

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).